ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ

www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.2(2023)
(July to September)

نثار عزیز بٹ کے ناول "نگری نگری پھرا مسافر" میں تانیثی عناصر کا تجزیہ

An analysis of the Feminist Elements in Nisar Aziz Butt's Novel "Nagri Nagri Phira Musafir"

صبا علی

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ لسانیات وادبیات (اُردو)،، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

ڈاکٹر تحسین بی بی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ لسانیات وادبیات (اُردو)، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

Saba Ali

Ph.D Urdu Research Scholar, Qurtaba University of Science and Technology,Peshawar

Dr. Tahseen Bibi

Associate Professor,Department Linguistics and Literature(Urdu),Qurtaba University of Science and Technology,Peshawar

Abstract:

Nisar Aziz Butt is a prestigious name in the history of Urdu Novel. She belongs to Khyber Pakhtunkhwa.Nagri Nagri Phira Musafir is her first novel published in 1955.She has presented a thorough analysis of the women's mental states, her deprivations, compulsions and romanticism resulting in suffocation and mental conflict in this novel. In this novel, the women are a traveler of many worlds of mental experiences. Through the idealistic ideas of Afgar, Nisar Aziz Butt has presented the psychological and mental conditions of women through the negative aspects of romanticism, how Afgar becomes a patient of TB due to mental pressure in romanticism. Conflict and ongoing war cannot be controlled. She cannot change her thoughts about love, but she fights life bravely by becoming a rebel at every step and never gets disappointed.

Keywords: Nisar Aziz Butt, prestigious, Urdu Novel, deprivations, compulsions, psychological

نثار عزیز بٹ اردو ناول کی تاریخ میں ایک ایسا نام ہے جن کی تحریروں نے قارئین کی توجہ کو اپنی گرفت میں لیا اور ادبی حلقے میں ان کو کافی سراہا گیا۔ ان کے ناولوں میں "نگری نگری پھرا مسافر" (۱۹۵۵ء)، "نے چراغے نے گُلے" (۱۹۷۳ء)، "کاروان وجود" (۱۹۸۰ء)، اور "دریا کے سنگ" (۱۹۸۶ء) شامل ہیں۔ نثار عزیز بٹ نے اپنے ناولوں میں سماجی، معاشی، سیاسی

، تہذیبی، مذہبی، اخلاقی، نفسیاتی اور تانیثی پہلوؤں کو پیش کیا ہے۔ تانیثیت سے مراد محض نسائیت اور مردانگی میں فرق کرنا نہیں بلکہ عورت کا بطور عورت اپنی ذات کا شعور اور بطور انسان اپنی شناخت کا مطالبہ کرنا ہے۔ انور پاشا اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"تانیثیت کا تصور عورتوں کے ذریعے خود اپنے تشخص کی تلاش، اپنے وجود کے آزادانہ اظہار اور مرد اساس معاشرے کے تمام تر اقدار و معیار پر سوالیہ نشان لگانے کے ساتھ ساتھ نئے اقدار و معیار کی تشکیل و تعمیر کی جہتوں کو وا کرنے سے عبارت ہے۔"(۱)

نثار عزیز بٹ کے ناول بھی تانیثیت کے معیار پر پورے اُترتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ناولوں کا موضوع عورت ہے۔ تانیثی طرز فکر کے حوالے سے ان کے ناولوں کے بارے میں رانا اعجاز حسین لکھتے ہیں:

"ان کے ناولوں کی عورت ایک روایتی کردار کے بجائے کہیں استحصال اور کہیں باغی بن کر ابھرتی ہے، بلکہ بطور ایک فرد معاشرے میں اپنا کردار دیکھتی ہے نہ صرف فرد بلکہ ایک مکمل فرد جسے صنف نازک بن کر کوئی رعایت نہیں چاہیے اور نہ ہی وہ سر تسلیم خم کیے ہر اچھی بری بات کی تقلید کرتی ہے۔ بلکہ اپنے شعور کی آنکھ سے خود اپنے فیصلوں پر قادر ہو جسے سہاروں کی ضرورت نہ پڑے۔"(۲)

لہذا تانیثیت کے حوالے سے ان کا پہلا ناول "نگری نگری پھرا مسافر" بنیادی اہمیت کا حامل ہے، جس میں انہوں نے عورت کے مصائب و مشکلات، ان کا استحصال، ان کی ذہنی و نفسی الجھنیں، بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ اس ناول کا نام انہوں نے میر اجی کے ایک شعر سے اخذ کیا ہے۔ شعر کچھ اس طرح ہے:

نگری نگری پھرا مسافر گھر کا رستا بھول گیا
کیا ہے تیرا، کیا ہے میرا اپنا پرایا بھول گیا(۳)

اس ناول کا بنیادی کردار "افگار" آئیڈیلزم کا شکار ایک آدرشی کردار ہے۔ نہ صرف اس ناول کا سارا قصہ اس کی ذات کے گرد گھومتا ہے بلکہ ساری کہانی ہی اس کے جذبات، احساسات، محسوسات، مشاہدات اور تجربات پر مبنی ہے۔ افگار ایک ایسی یتیم لڑکی کا کردار ہے کہ قاری اس کے بچپن سے لے کر جوانی تک کے حالات و واقعات اور مخصوص نفسیاتی رویے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قاری کے دل میں اس کے لیے محبت اور ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بچپن کا زمانہ اگرچہ محرومیوں، مایوسیوں اور لعن طعن سے بھرا پڑا ہے، لیکن اس کے باوجود قدرت نے اسے اعلیٰ ذہن دیا ہے۔ زمانے کی گردش اس کی شخصیت کو دبانے اور پھنسانے کی سعی کرتی ہے، لیکن وہ کسی کے جھانسے میں نہیں آتی اور بہادری سے حالات کا مقابلہ کرتی ہے۔ وہ جسمانی اور ذہنی طور پر اپنی کمزوریوں کو قابو کرتے کرتے ایک عجیب ذہنی کیفیت کا شکار ہو جاتی ہے۔ جہاں نفسانی خواہشات اور زندگی کے جھمیلے اپنی اہمیت کھو

دیتی ہیں۔ افگار کو سب سے پہلے جو شخص پسند ہوتا ہے۔ وہ اس کے بڑے چچا احمد خان کا بیٹا ہوتا ہے "منصور"۔ وہ محبت جو اصولاً اس عمر میں اسے اپنے ماں، باپ، بہن بھائیوں سے ہونی چاہیے تھی یا چند سالوں بعد اپنے محبوب سے ہوتی۔ وہ خلط ملط ہو کر گھومتی پھرتی منصور سے ہو گئی تھی۔ اس لیے یہ جذبہ عجیب متضاد عناصر کا مجموعہ بن گیا تھا۔ اس محبت میں بزرگی کی پرستش بھی شامل تھی اور ہم عمر کی رفاقت بھی اور ایک محبوبہ کی ہچکچاہٹ بھی اس کا حصہ تھی۔ اس کی محبت میں عقیدت تو تھی لیکن جسمانی قرب کی خواہش نہیں تھی ۔اس لیے اس نے منصور تو کیا آگے بھی کسی مرد کے ساتھ کو قبول نہیں کیا۔

افگار مردوں سے اس لیے دور بھاگتی ہے کہ وہ اس سے جنسی محبت کے خواہاں ہیں لیکن یہ بھی خلاف فطرت بات ہے کہ انسان صرف روحانی محبت سے ہی عظمت پر پہنچ سکتا ہے۔ کیا نثار عزیز جنسی تقاضوں کو آدرش کے خلاف سمجھتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ افگار اس افلاطونی محبت کی وجہ سے جسمانی اور ذہنی بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ معاشرہ ان کے خیالات اور نظریات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ ایک طرف وہ منصور کو دل و جان سے چاہتی ہے اس کی پوجا کرتی ہے اور دوسری طرف منصور سے دور بھاگتی ہے۔ افگار کے اس رویے سے متعلق ڈاکٹر خالد اشرف یوں رقم طراز ہیں:

> "نگری نگری پھرا مسافر" کی ہیروئن افگار جو انتہائی خواب زدہ اور رومان پرست ہے۔ منصور سے محبت کرتی ہے لیکن عشق میں جدائی کی کسک برقرار رکھنے اور اپنے جذبہ عشق کو ابدی بنانے کے لیے اس سے شادی نہیں کرتی۔ وہ اس قدر سیمابی مزاج کی حامل ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف مردوں کو اپنی طرف ملتفت کرتی ہے۔ لیکن کسی کے ساتھ بھی کامیاب زندگی بسر نہیں کر پاتی اور آخر میں وہ تنہا رہ جاتی ہے۔"(۴)

افگار کے اس آدرشی خیالات کے ذریعے نثار عزیز بٹ نے رومانیت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے منفی پہلوؤں کے ذریعے عورت کی نفسی اور ذہنی کیفیات کو پیش کیا ہے کہ کس طرح رومانیت میں ذہنی دباؤ کا شکار ہو کر افگار ٹی بی کی مریضہ بن جاتی ہے لیکن اپنے اندر کی کشمکش اور جاری جنگ پر قابو نہیں پا سکتی۔ محبت کے بارے میں اپنے خیالات کو نہیں بدل سکتی البتہ ہر قدم پر باغی بن کر زندگی کا بہت بہادری سے مقابلہ کرتی ہے اور کبھی مایوسی کا شکار نہیں ہوتی۔ افگار کو اگر منصور سے محبت تھی تو اسے اپنی پڑھائی سے بھی عشق تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرے لیکن جب وہ ٹی بی کی مریضہ بن کر سینی ٹوریم چلی جاتی ہے۔ تو اس کو سب سے پہلے اپنے امتحان کی فکر ہوتی ہے:

> "اس سال تو میرا فائنل کا امتحان ہے۔" یہ اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ یہ مسئلہ اس کے لیے اتنا اہم تھا کہ اس کا خیال تھا۔ اس اعلان سے خود تقدیر کا ہاتھ بھی رک جائے گا۔ "میں اس سال امتحان دے سکوں گی؟" اس نے بڑی لجاجت سے پوچھا۔"(۵)

سینی ٹوریم میں جب افگار کی زندگی محدود ہو گئی اس کو کتابیں پڑھنے کی اجازت نہ ملی۔ وہ گھر کی فضا سے یک دم مریضوں اور ڈاکٹروں کے درمیان چلی گئی تو وہ عجیب ذہنی عذاب میں مبتلا ہو گئی اور خود ترسی کا شکار ہو گئی۔ اس خود ترسی، بے بسی، اندرونی گھٹن اور مایوسی سے نکلنے کے لیے وہ اکثر الٹی سیدھی باتیں سوچا کرتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ بھی پرندوں کی طرح آزاد زندگی گزاریں، لیکن اس معاملے میں بھی ان کی منطق عجیب تھی وہ اپنی دوستوں سے کہہ رہی تھی:

> "کاش میں یہ پہاڑی کوا ہوتی۔۔۔" رفعت اور زینت ہنس پڑیں۔ "کوا کیوں؟۔۔۔۔۔" رفعت نے کہا۔۔۔ "بلبل یا فاختہ کیوں نہیں؟" افگار نے بھنویں سکیڑ کر کہا۔ "نہیں بلبل اور فاختہ ہرگز نہیں۔" ان گاتی ہوئی سلیم الطبع چڑیوں کے خیال سے ہی اسے وحشت ہو رہی تھی۔۔۔ "مجھے کوا پسند ہے۔ ڈھیٹ اور بے نیاز۔۔۔ ادھر سے دھتکارو تو ادھر کائیں کائیں کرتا جا بیٹھا۔ مجھے اس کی یہ بات بہت اچھی لگتی ہے۔"(۶)

شاید آزادی کی اسی خواہش کی وجہ سے وہ کسی بھی مرد کو اپنا نہ سکی، وہ کسی کے سامنے ہمیشہ کے لیے جھک نہ سکی۔ بس ہر وقت اپنے دل و دماغ کے کشمکش میں مصروف رہتی اور اپنی ذات کے خلفشار کا شکار اور خود سے برسرِ پیکار رہتی۔ انہی جذبات واحساسات اور خیالات نے افگار کو ایک خود پرست اور ضدی لڑکی کا روپ دیا تھا جو کسی کی بھی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوتی اور ہمیشہ وہی کرتی جو اس کا اپنا دل کرتا۔ اپنی اسی من مانی اور ضد کی وجہ سے وہ ہمیشہ تنہا رہ جاتی۔ وہ کبھی ڈاکٹر زبیری کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتی ہے اور کبھی اجیارا کے بھائی نعیم کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے، کبھی عرفان سے محبت کی طلب گار ہے تو کبھی میجر عابد سے شادی کرنے کے لیے تیار۔ اس کو خود سمجھ نہیں آ رہی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ اس کو کس چیز کی تلاش ہے؟ البتہ افگار کے ذریعے نثار عزیز بٹ نے معاشرے میں عورتوں کے مختلف روپ، ان کی خواہشات اور ان کی مجبوریوں اور مسائل سے پردہ اٹھایا ہے اور معاشرے کے ایسے تلخ حقائق کو بے نقاب کیا ہے جس میں رہ کر عورت یا تو سماجی گھٹن کا شکار ہو کر اپنی ذات میں قید ہو جاتی ہے یا پھر ان حالات پر قابو پا کر بلندی کو پا لیتی ہے، سید جاوید اختر افگار کے متعلق کچھ یوں لکھتے ہیں:

> "افگار "نگری نگری پھرا مسافر" کا محوری کردار ہے۔ جسے نثار عزیز بٹ نے انتہائی چابکدستی اور فنی مہارت کے ساتھ اردو ادب کا ایک نا قابل فراموش کردار بنا دیا ہے۔ اس کے بچپن سے لیکر جوانی تک کے حالات اور مخصوص نفسیاتی رویے قاری کے دل میں اس کے لیے جذبہ ہمدردی اور اُنس پیدا کر دیتے ہیں۔ بچپن ہی میں ماں باپ کی نعمت سے محروم ہو جانے والی یہ دبلی پتلی اور بیمار لڑکی زندگی کی دوڑ میں جس طرح جدوجہد کرتی ہے، وہ اسے مثالی کردار بنا دیتی ہے۔ اس کے چچا کا گھر ہو یا سینی

ٹوریم، نوشہرہ کی گھریلو زندگی ہو یا لاہور کی تعلیمی فضا۔۔ہر جگہ اسے چاہنے والے ملتے ہیں لیکن وہ اپنے پر قابو رکھتی ہے۔"(۷)

افگار کی دوست اجیارا بھی ٹی بی کے مرض میں مبتلا ہے۔اس کی منگنی گھر والوں کی مرضی سے احمد سے ہو چکی ہے لیکن وہ خود ایک شادی شدہ مرد اعظم سے محبت کرتی ہے۔ اس کردار کے ذریعے نثار عزیز بٹ نے عورت کے ساتھ روا رکھے جانے والے کئی رویوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ اجیارا کی محبت میں پرستش کم اور محبت زیادہ تھی۔ وہ سادگی اور دلیری کے ساتھ محبت کرنا جانتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی اور اعظم کی محبت کے لیے معاشرے میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ کوئی امید نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے شفاف اور بے غرض جذبات کے ساتھ ندی میں بہتے ہوئے پھول کی مانند بہے جا رہی تھی۔ ان کے نزدیک محبت میں کچھ بھی نظر نہیں آتا یہ بس ہو جاتی ہے۔ پھر بھی اجیارا ایک مشرقی لڑکی ہے وہ اعظم سے شدید محبت کے باوجود بھی معاشرے سے بغاوت کر کے اس کو اپنا نہیں سکتی تھی۔ دوسری طرف اعظم بھی اس کا جنسی استحصال کر کے اسے چھوڑ دیتا ہے۔اس لیے اجیارا بھی آخر میں سماج میں باعزت عورت کا خطاب حاصل کرنے کے لیے محبوب کی بے وفائی کو بھول کر اپنی محبت کی قربانی دے دیتی ہے اور احمد سے شادی کر لیتی ہے لیکن شادی کے بعد بھی وہ شدید ذہنی کشمکش اور اذیت کا شکار ہوتی ہے اور ماضی کی یادیں بار بار اس کو پریشان کرتی ہے۔

نثار عزیز بٹ نے اس ناول میں دردانہ کے کردار کے ذریعے شادی کے بعد عورت کی مجبوریوں سے بھی پردہ اٹھایا ہے کہ کس طرح شادی کے بعد عورت نہ صرف مرد کے ماتحت آجاتی ہے بلکہ گھریلو امور کی انجام دہی میں اس قدر مصروف ہو جاتی ہے کہ اس کو اپنے لیے، اپنی سہیلیوں کے لیے کوئی وقت نہیں ملتا۔ دردانہ کی سہیلی جب اس سے نہ ملنے کی وجہ پوچھتی ہے تو وہ اپنی مجبوری کچھ اس طرح بتاتی ہے:

"پھر دردانہ سے اس نے بڑے شاکی لہجے میں کہا "تم نے تو بہن نظریں ہی پھر لیں۔ یاد ہے وہ جو تم قسمیں کھایا کرتی تھی تجھے کبھی نہ بھولوں گی۔۔۔
دردانہ کی آواز ذرا کھسیانی ذرا لاتعلق سی آئی۔۔۔۔ نہیں بانو۔ وقت نہیں ملتا۔ کتنے دنوں سے سوچ رہی تھی کہ تمہاری طرف جاؤں گی یا کسی کو بھجواؤں گی لیکن پرویز کو زکام سا لگ گیا۔"(۸)

شادی کے بعد عورت کی ذات نہ صرف شوہر کی خوشی، اس کی پسند ناپسند اور اس کے گھر کے کام کاج میں غرق ہو جاتی ہے بلکہ کبھی کبھی وہ شوہر اور اولاد کے بیچ میں بھی گن چکر بن جاتی ہے۔ جس طرح بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری عورت پر ہو جاتی ہے۔ اس طرح اولاد کی اچھی بری عادتوں کی ذمہ دار بھی عورت کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر اولاد کوئی ایسا کام کرے جو قابل مذمت ہو یا معاشرے کے لیے قابل قبول نہ ہو تو اس پر بھی ماں کو ہی برا بھلا سننے کو ملتا ہے۔ اس ناول میں بھی جب منصور جوگی بن کر فقیری کی راہ

پر نکل جاتا ہے اور عجیب و غریب چلے کاٹتا ہے تو احمد خان اپنی بیوی زینب کو ہی اس کا ذمہ دار سمجھتا ہے کہ یہ سب آپ کے بے جا پیار اور غلط پرورش کا نتیجہ ہے۔

زینب ہی کے کردار کے ذریعے نثار عزیز بٹ نے جہیز جیسی لعنت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ کس طرح ہمارے معاشرے میں جہیز کے لالچ میں والدین اپنے بچوں کی زندگیاں تباہ کر دیتے ہیں۔ ان کی شادی ان کی مرضی کے خلاف صرف اس لیے کروا دیتے ہیں کہ وہاں سے جہیز زیادہ ملنے والا ہے۔ اسی جہیز کی وجہ سے بہت سی بن ماں باپ کی بچیاں اور غریب لڑکیاں بن بیاہی رہ جاتی ہیں کیوں کہ ان کے پاس لڑکے والوں کو اچھا جہیز دینے کے پیسے نہیں ہوتے۔ زینب بھی اپنے بیٹے کے لیے کچھ ایسا ہی سوچتی ہے:

> "زینب نے تو اپنی طرف سے بیٹے کے لیے بڑی خوب صورت لڑکی پسند کی تھی۔۔۔۔۔
> بات چیت تقریباً پکی تھی۔ منصور نے ایک دو دفعہ دور سے اسے دیکھا بھی تھا اور وہاں
> سے جہیز بھی بہت سا مل جانے کی امید تھی۔ اس لیے زینب نے پچھلے دنوں منصور کو
> افگار کی طرف متوجہ دیکھ کر اسے یہ لالچ نہ دیا کہ وہ اس کی شادی افگار سے کر دے گی۔
> بن ماں باپ کی لڑکی کو چچا چچی آخر کتنا کچھ دے دیتے۔"(۹)

نثار عزیز نے ڈاکٹر زبیری اور اعظم جیسے کرداروں کے ذریعے عورتوں کے جنسی استحصال کا بھی ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر زبیری ایک معزز پیشے سے وابستہ ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنی ہوس کے آگے بے بس ہے۔ وہ کبھی نرسوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور کبھی مریض لڑکیوں کے ساتھ دل بہلاتا ہے اور ان کے نازک جذبات کا جنسی استحصال کرتا ہے۔ کبھی وہ نرس سندر داس پر محبت کا جال پھینکتا ہے تو کبھی زینت کو محبت کے خواب دیکھاتا ہے۔ کبھی افگار کو محبت کا قیدی بنانا چاہتا ہے۔

مرد چاہے بہت تعلیم یافتہ اور مہذب ہو یا شادی شدہ، ان پڑھ اور جاہل ہو، اگر اس کو ایک دفعہ جنس کی لت لگ جائے تو وہ خود کو روک نہیں سکتا۔ جس طرح ڈاکٹر زبیری سادہ اور معصوم لڑکیوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے حربے جانتا تھا۔ اس طرح اعظم بھی ایک ہی وقت میں بہت سی عورتوں کا التفات حاصل کرنے کا گُر جانتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اجیارا کی منگنی ہو چکی ہے لیکن پھر بھی وہ اس کو اپنے جال میں پھنسانے سے باز نہیں آیا۔ یہ ان کی فطرت کا حصہ تھا کہ جب تک کوئی عورت اس کے دم میں پھنس نہ جاتی وہ اس پر اپنی محبت نچھاور کرتا رہتا اور جب عورت پوری طرح اس کی محبت میں ڈوب جاتی تو وہ ایک نئے شکار کی تلاش میں نکل جاتا۔ اس لیے اجیارا بھی جب پوری طرح اس کی محبت میں ڈوب گئی تو وہ اجیارا کے جذبات و احساسات کی پرواہ کیے بغیر اپنی راہ چل دیا کیونکہ وہ صرف عورت کو زیر کر کے جنسی تسکین حاصل کرنا چاہتا تھا۔

محبت کے معاملے میں اجیارا جس قدر بہادر اور بے باک ہے۔ جس کو زمانے کا کوئی ڈر نہیں ہے اور محبت کے نام پر جلد زیر ہونے والی لڑکی ہے۔ افگار اتنی ہی حساس اور باغی فطرت کی مالک ہے۔ وہ پہلے خود مردوں کو اپنے قریب آنے دیتی ہے۔ ان سے ملتی

رہتی ہے اور وقتی رفاقت حاصل کرتی رہتی ہے۔ جب یہی مرد اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو یہ ان کی محبت سے فرار حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مرنا شروع کر دیتی ہے۔ غیر شعوری طور پر وہ ساری زندگی خود سے غیر مطمئن رہی تھی۔ بچپن میں لاڈ پیار کی کمی اور اس کے سراپے میں کسی نمایاں خصوصیت کے فقدان نے اس کی فطرت سے خود اعتمادی کی جڑیں اکھیڑ دی تھیں۔ اسی لیے وہ اپنی ذات میں زیادہ سے زیادہ اوصاف اور خوبیاں پیدا کرنے کی متمنی تھی۔ اب وہ صرف یہی چاہتی تھی کہ دنیا میں ہر کوئی اس سے محبت کریں لیکن اس میں کسی کا بھی ہاتھ تھامنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ اب وہ قفس سے بھاگے ہوئے پرندے کی طرح آزاد تھی اور جب اسی آزادی کے سفر سے اس کو بے چینی اور گھٹن محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے تو وہ ماحول کے بدلنے کو ترجیح دے کر ملک چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ جہاز میں جب نوین کا دوست کمال انور اس سے وطن چھوڑنے کی وجہ پوچھتا ہے تو یہاں بھی وہ نہ صرف تذبذب اور ذہنی کشمکش کا شکار ہو کر پہلے الجھ جاتی ہے بلکہ وہ اپنے وطن میں عورتوں کی بے بسی اور مجبوری کا ذکر بھی کچھ یوں کرتی ہیں:

> "وطن میں مدتوں کے رسم ورواج میرے پاؤں میں زنجیر بن کر پڑ گئے تھے۔ میں چاہتی تھی کہ کسانوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کروں، مزدوروں کے ساتھ کانوں کی تہہ میں اتروں، ایک شہر سے دوسرے شہر تک پیدل سفر کروں اور قدیم انسان کی طرح کھلی فضا میں، کھیتوں میں سوؤں۔ ہمارے وطن میں عورت شدت سے مجبور ہے اسکے لہجے میں منت سرک آئی۔۔۔۔۔ دیکھئے تاعمر بھر میں اتنی محفوظ رہی ہوں۔ کبھی فاقہ کرنے کی نوبت بھی نہیں آسکی۔ برے سے برے دنوں میں بھی مدد مل جاتی تھی۔"(۱۰)

"نگری نگری پھرا مسافر" کی افگار ایک ایسی پڑھی لکھی مگر نفسیاتی طور پر الجھی ہوئی لڑکی ہے جس کو خود بھی سمجھ نہیں آرہی کہ اس کی منزل کیا ہے؟ کیونکہ ایک نارمل لڑکی اس طرح بار بار محبت سے کسی کے اپنی طرف بڑھتے ہوئے ہاتھ نہیں جھٹکتی۔ وہ چاہتی تو منصور، نعیم، عرفان یا پھر عابد سے شادی کر سکتی تھی۔ کیوں کہ ایک نوجوان لڑکی کا آدرش اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ کوئی اس سے سچی محبت کرے، لیکن اس نے ہر بار انکار کیا ہے۔ یہاں افگار کا یہ رویہ قطعی خلاف فطرت نظر آتا ہے یہ رویہ اگر کسی ایسی لڑکی کا ہوتا جو ایک آدھ بار کسی مرد سے دھوکہ کھا چکی ہوتی پھر بھی اس کا جواز بنتا مگر افگار کے ساتھ یہ معاملہ بھی نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ خود دوسروں کی محبت سے پیچھے ہٹتی ہے۔ اس کی وجہ اگر خود کو ایذا پہنچانے کا جذبہ ہے تو یہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ افگار کی اس نفسیاتی الجھن کے بارے میں ڈاکٹر عبد السلام لکھتے ہیں:

> "نگری نگری پھرا مسافر" ایک عجیب وغریب بلکہ اب نارمل لڑکی کی کہانی ہے۔ اس لڑکی کو بیک وقت دو دنیاؤں میں زندگی گزارتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ ایک دنیا اس کے گردو پیش کی دنیا ہے۔ جس میں اس کا سابقہ اس کے شعور سے پڑتا ہے۔ دوسری دنیا

اس کے لاشعوری کی دنیا ہے۔ اس کی زندگی کی باگ ڈور اس کے لاشعور کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے فیصلے ہمیں خلاف عقل اور احمقانہ نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لاشعور کسی عقل اور کسی منطق کے تابع نہیں ہوتا۔ وہ شعوری طور پر جن کی تمنا کرتی ہے۔ جن کے قریب آنا چاہتی ہے۔ جب وہ اس کے قریب آجاتے ہیں۔ اسے اپنانا چاہتے ہیں تو وہ خود انہیں اپنی توقع کے خلاف رد کر دیتی ہے۔ شاید وہ خود بھی نہیں جانتی کہ وہ ایسا کیوں کرتی ہے۔"(۱۱)

یہاں ناول نگار کے شعور اور لاشعور کے درمیان ایک قسم کی جنگ نظر آتی ہے اور بالآخر لاشعور غالب آجاتا ہے۔ بہر حال پورا ناول افگار جیسی زخم خوردہ جذبات واحساسات، ناکامیوں، محرومیوں، خوابوں، خوف اور بے یقینی کا شکار لڑکی کے گرد گھومتا ہے۔

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو نثار عزیز بٹ کا ناول "نگری نگری پھرا مسافر" تانیثیت کے نظریات پر پورا اترتا ہے۔ اس میں اگرچہ واضح طور پر عورت کے حقوق و فرائض پر بات نہیں ہوئی لیکن اس میں عورت کی ذہنی و نفسیاتی کیفیات، ان کی مجبوریوں اور رومانیت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے والی گھٹن اور ذہنی کشمکش کا بھرپور تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ چاہے اس ناول کا مرکزی کردار افگار ہو یا ضمنی کردار، اجیارا، دردانہ، زینب، رفعت، نور، نرس سندر داس وغیرہ ہو۔ سب مشرقی معاشرے کے طبقہ نسواں کے مسائل و مشکلات کو واضح انداز میں بے نقاب کر رہی ہے۔ سب اپنی اپنی جگہ مجبور اور بے بس ہیں اور معاشرتی اصولوں کی پابند۔ اس ناول میں محبت کے نام پر عورت کی پرستش کو بھی دکھایا گیا ہے اور اس کے جنسی استحصال کو بھی۔ غرض اس ناول میں عورت ذہنی تجربات کی کئی دنیاؤں کی مسافر ہے۔ اگرچہ اس سفر میں اس کے پاؤں کانٹوں سے لہولہان ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ پھر بھی ہمت، حوصلے اور بہادری کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انور پاشا (مرتب)، تانیثیت اور ادب، دہلی، عرشیہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۹

۲۔ رانا اعجاز حسین، منفرد اسلوب کی ناول نگار محترمہ نثار عزیز بٹ، روزنامہ پاکستان، ۲ فروری ۲۰۲۰ء

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر (مرتب)، کلیات میر اجی، اُردو مرکز لندن، ۱۹۸۸ء، ص:۱۹۷

۴۔ خالد اشرف، ڈاکٹر، برصغیر میں اردو ناول، دہلی، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، ۱۹۹۴ء، ص:۱۳۶

۵۔ نثار عزیز بٹ، مجموعہ نثار عزیز بٹ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹، ص:۵۴

۶۔ ایضاً، ص:۹۱

۷۔ سید جاوید اختر، ڈاکٹر، اردو کی ناول نگار خواتین، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص:۱۸۳۔۱۸۴

۸۔ نثار عزیز بٹ، مجموعہ نثار عزیز بٹ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹، ص: ۲۳

۹۔ ایضاً، ص: ۲۳۲

۱۰۔ ایضاً، ص: ۴۸

۱۱۔ عبد السلام، ڈاکٹر، ہمارا اردو ناول منزل بہ منزل، کراچی، قمر کتاب گھر، ۱۹۹۰ء، ص: ۲۱

References in Roman Script:

1. Anwer Pasha, (Muratab)Tanisiat aur Adab, Dehli,Arshia Publications,2014,p.9
2. Rana Ejaz Hussain, Munfarid Usloob Ki Novel Nigar Mohtarma Nisar Aziz Butt,Roznama Pakistan,February 2,2020.
3. Jamil Jalbi, Dr. (Muratab), Kulyat-e-Mira G,Urdu Markz,London, p.719
4. Khalid Aashraf,Dr,Barr-e-Sageer Mien Urdu Novel,Dehli,Educational Publications House,1994,p.136
5. Nisaar Aziz Butt,Majmoa Nisar Aziz Butt,Lahore,Sang-e-Meel Publications,2009,p.54
6. Ibid.P.91
7. Syed Javed Akhtar, Dr. ,Urdu ki Novel Nigaar Khawateen,Lahore, Sang-e-Meel Publications,1997,p.23
8. Nisaar Aziz Butt,Majmoa Nisar Aziz Butt,Lahore,Sang-e-Meel Publications,2009,p.54
9. Ibid.P.232
10. Ibid.P.48
11. Abd-ul-Islam,Dr. Humara Urdu Novel Manzil ba Manzil, Karachi,Qamer Kitab Ghar,1990,p.21